اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَہَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی ○
فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی (النزعت:41-40)

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَر

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰن (الرحمن:46)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

خوف اور امید کا مفہوم:

مومن کے دل میں دو مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔کبھی اس پر امید غالب ہوتی ہے اور کبھی اس پر خوف غالب ہوتا ہے۔امید کا یہ مطلب ہے کہ اللہ رب العزت کی رحمت سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور ہمارا انجام بہتر ہوگا۔خوف اسے کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی جلالت شان کی وجہ سے اس کی عظمت دل میں ایسی بیٹھ جائے کہ انسان گناہوں سے دور ہو جائے اور اس کے رگ رگ اور ریشہ ریشہ سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔اسی لئے فرمایا گیا کہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَ الرِّجَا یعنی ایمان امید اور خوف کے درمیان ہوتا ہے۔

امید اور خوف کب ہونا چاہئے؟

انسان کے دل میں امید کب ہونی چاہئے اور خوف کب ہونا چاہئے؟ اس کے بارے میں مشائخ نے بڑی تفصیل لکھی ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جوانی کی عمر میں انسان پر خوف غالب رہنا چاہئے تاکہ نفس کا زور ٹوٹے اور یہ شخص گناہوں سے بچ جائے اور بڑھاپے کے اندر امید غالب ہونی

چاہئے تا کہ آدمی اللہ رب العزت کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائے۔ صحت کے زمانے میں خوف غالب ہونا چاہئے اور بیماری کے زمانہ میں انسان پر امید غالب ہونی چاہئے۔ خوشی کی حالت میں انسان پر خوف غالب ہونا چاہئے اور غم کی حالت میں اس کے دل میں امید غالب رہنی چاہئے۔

مومن اور فاسق کی کیفیت:

نوجوانوں کو چاہئے کہ اللہ رب العزت سے اس کا خوف مانگا کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جس کے حاصل ہونے پر انسان نیکی کا ہر کام کرتا ہے اور گناہ سے بچتا ہے۔ جس انسان کے دل میں خوف خدا نہیں رہتا اس کے لئے گناہوں سے بچنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ مومن بندہ گناہ کو یوں سمجھتا ہے جیسے کوئی پہاڑ سر کے اوپر ہے اور ابھی سر پر گر جائے گا اور فاسق گناہ کو یوں سمجھتا ہے جیسے کوئی مکھی بیٹھی ہوئی تھی جو اڑا دی گئی۔ ہمارے معاشرے میں گناہ کو بہت ہلکا سمجھا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا اور بد نظری کرنا بالکل عام ہو گیا ہے۔ حلال اور حرام کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ مسجد میں نماز بھی پڑھتے ہیں اور باہر جا کر حرام کام بھی کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دل خوف خدا سے خالی ہے۔ زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت بڑے ہیں مگر اس کی بڑائی کا دل میں استحضار موجود نہیں ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اے دوست! تو یہ نہ دیکھ کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھ کہ جس کے حکموں کی تو نافرمانی کر رہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ نافرمانی اور پروردگار عالم کی!!! اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی چھوٹی نہیں ہوتی۔ یہ تو اس کی رحمت ہے کہ وہ درگزر فرما دیتا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ:

بنی اسرائیل میں ایک بزرگ داموس رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنی بستی سے باہر نکلے۔ سامنے پہاڑ

پر نظر پڑی تو سارے پہاڑ خشک نظر آئے۔ اس پر سبزہ نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ ان پر سبزہ ہوتا، آبشاریں ہوتیں، مرغزاریں ہوتی اور خوب صورت منظر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! تو نے بندگی چھوڑ دی اور اب تو میرا مشیر بن گیا ہے، اب تجھے میری تخلیق میں کمی کوتاہی نظر آتی ہے۔

جب یہ الہام ہوا تو وہ گھبرا گئے اور انہوں نے اپنے دل میں ایک نیت کر لی کہ جب تک اللہ رب العزت کی طرف سے میرے دل میں واضح طور پر یہ بات نہیں آئے گی کہ میری کوتاہی کو معاف کر دیا گیا ہے، میں اس وقت تک اپنے آپ کو سزا دوں گا۔ یہ اللہ والوں کا طریقہ رہا ہے کہ اگر کبھی کوئی کوتاہی ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو سزا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ داموس رحمۃ اللہ علیہ نے سزا کے طور پر دل میں تہیّہ کر لیا کہ جب تک میری غلطی معاف نہیں ہو جاتی نہ تو کھانا کھاؤں گا اور نہ ہی پانی پیوں گا۔ بس روزہ کی حالت میں رہوں گا۔ یہ بندے اور اللہ کا اپنا معاملہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ بندے سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اپنے اوپر کوئی سزا مقرر کر سکتا ہے۔ مثلاً میں اتنا پیسہ صدقہ دیا کروں گا یا میں اتنے نفل پڑھا کروں گا، یا کوئی ایسا کام کہ جس سے انسان کے نفس پر بوجھ پڑے اور وہ گھبرائے۔ انہوں نے بھی یہی کیا کہ دل میں سزا کے طور پر فیصلہ کر لیا۔

داموس رحمۃ اللہ علیہ دو چار دن کے بعد ایک قریبی بستی میں گئے۔ وہاں کوئی تقریب منعقد ہو رہی تھی، بستی والوں نے کھانا وغیرہ پکایا ہوا تھا۔ جب دستر خوان لگا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ بھی کھانا کھائیں۔ انہوں نے معذرت چاہی مگر کچھ لوگ پیچھے ہی پڑ گئے کہ جی آپ ضرور کھائیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مجھے کھانا نہیں کھانا۔

ان میں سے ایک نے پوچھا کہ آخر وجہ کیا ہے؟ انہوں نے وجہ بتا دی کہ مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی ہے۔ وہ

کہنے لگا، جناب! یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں، ہم سب بستی والے مل کر اس گناہ کا عذاب بھگت لیں گے، آپ کھانا کھا لیجئے۔ کہنے والے نے جیسے ہی یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً داموس رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ الہام فرمایا کہ میرے پیارے! آپ اس بستی سے فوراً نکل جائیں۔ چنانچہ جیسے ہی وہ نکلے اللہ رب العزت نے اس بستی والوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا۔

گناہوں سے بچنے کی ایک صورت:

انسان کو دنیا کی پولیس گناہوں سے نہیں روک سکتی اور نہ ہی کوئی دوسرے انسان گناہوں سے روک سکتے ہیں۔ مگر خوف خدا وہ نعمت ہے کہ انسان تنہائی میں بھی گناہوں سے بچ رہا ہوتا ہے۔ آپ سوچئے کہ جس انسان کے لئے پھانسی پر چڑھنے کا حکم صادر ہو چکا ہو وہ کال کوٹھڑی میں بیٹھ کر فحش کاموں کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ اس کے دل پر غم سوار ہوتا ہے کہ صبح مجھے سولی پر لٹکا دیا جائے گا جس کی وجہ سے اس کا فحش کاموں کی طرف میلان ہی نہیں ہوتا۔ جس طرح پھانسی کے خوف سے وہ گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتا بالکل اسی طرح اللہ والے اللہ رب العزت کے خوف کی وجہ سے گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

حزن اور خوف میں فرق:

مشائخ نے لکھا ہے کہ ایک حزن ہوتا ہے اور دوسرا خوف۔ حزن کہتے ہیں اندر کے غم کو اور خوف کہتے ہیں باہر کے ڈر کو۔ جب انسان کا دل محزون ہوتا ہے تو انسان کا کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے۔ آپ نے غور کیا ہوگا کہ جس ماں کا بیٹا فوت ہو جائے، کئی دن تک روٹی کھانے کو اس کا دل نہیں کرتا۔ جو بچہ امتحان میں فیل ہو جائے اس کا روٹی کھانے کو دل نہیں کرتا، یا کاروباری آدمی جب کوئی ایسی بری خبر سنے جس سے دل مغموم ہو جائے تو کھانا کھانے کو دل نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب دل میں حزن ہوتا ہے تو

انسان کا کھانا پینا ختم ہو جاتا ہے اور جب انسان کے دل پر اللہ کا خوف ہوتا ہے تو پھر اس کے جسم سے گناہوں کا صدور ختم ہو جاتا ہے۔

دودھ کے پیالے کی حفاظت:

ایک شخص ایک بزرگ کے پاس حاضر ہوا۔ وہ کہنے لگا، حضرت! میں بازار میں کام کرتا ہوں جس کی وجہ سے میں اپنی نگاہوں کو غیر محرم عورتوں سے نہیں بچا سکتا۔ کوشش بھی بہت کرتا ہوں کہ بدنظری نہ ہو، مگر پھر بھی گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہوں۔ سمجھ نہیں آتی کہ میں اس گناہ سے کیسے بچوں۔ انہوں نے فرمایا، اچھا، آپ کو سمجھا دیتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے اس نوجوان کو فرمایا کہ میں آپ کو دودھ کا ایک پیالہ دیتا ہوں، وہ پیالہ بازار سے گزر کر فلاں بزرگ کو پہنچانا مگر شرط یہ ہے کہ میں ایک بندہ آپ کے ساتھ بھیجوں گا، اگر اس پیالے میں سے دودھ کہیں گرا تو وہ وہیں پر تمہیں جوتے لگائے گا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک پیالہ دودھ سے لبریز کر کے اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ پیالے کو لے کر چل بھی رہا تھا اور اس پیالے پر نظریں بھی جمائے ہوئے تھا کہ کہیں گر نہ جائے۔ اس کے ساتھ جو بندہ تھا وہ بھی ماشاءاللہ لحیم و شحیم تھا۔

اس نوجوان نے خدا خدا کر کے بازار سے گزر کر منزل مقصود پر دودھ پہنچایا اور خوشی خوشی واپس آ کر بتایا کہ حضرت! میں دودھ پہنچا آیا ہوں۔ حضرت نے پوچھا، بتاؤ بھئی! تم نے بازار میں کتنے چہرے دیکھے؟ وہ کہنے لگا، حضرت! ادھر تو دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت نے پوچھا، دھیان کیوں نہیں گیا؟ وہ کہنے لگا، حضرت! مجھے ڈر تھا کہ اگر دودھ نیچے گر گیا تو یہ بندہ بھرے بازار میں مجھے رسوا کر دے گا۔

اس کا یہ جواب سن کر حضرت فرمانے لگے کہ اللہ والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان کے دل ایمان سے لبریز

ہوتے ہیں، ان کو اس کی حفاظت کی ہر وقت فکر ہوتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ معصیت کریں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق کے سامنے کھڑا کر کے رسوا فرما دیں۔ اللہ والے ڈر رہے ہوتے ہیں کیونکہ اس دن کی رسوائی بہت بڑی اور بہت بری ہے۔

پاکیزہ ہستیاں:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایسی پاکیزہ ہستیاں بھی گزری ہیں کہ چالیس چالیس سال تک گناہ لکھنے والے فرشتوں کو ان کا گناہ لکھنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ مکروہات شرعیہ ان کے لئے مکروہات طبعیہ بن گئی تھیں۔ شریعت کے خلاف کوئی کام کرنے کی سوچ ان کے دماغ میں نہیں آتی تھی۔ وہ اللہ رب العزت کی عظمتوں کو سمجھتے تھے، وہ اللہ رب العزت کی جلالت شان کو سمجھتے تھے اور اللہ رب العزت کا خوف ان کے دلوں پر حاوی تھا۔

خوف خدا کے لئے مسنون دعا:

حدیث پاک میں نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے یہ تعلیم دی کہ ہم اللہ رب العزت سے اس کا خوف مانگیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَشْیَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ مَعْصِیَتِیْ (اے اللہ! میں آپ سے ایسی خشیت (خوف) مانگتا ہوں جو میرے اور میرے گناہوں کے درمیان آڑ بن جائے)۔

ایک چرواہے کے دل میں خوف خدا:

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جنگل میں بیٹھے تھے۔ ایک چرواہا وہاں آ پہنچا۔ آپ نے اس سے فرمایا، آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ وہ کہنے لگا، اَنَا صَائِمٌ میں روزہ دار ہوں۔ آپ حیران ہوئے کہ

جنگل اور ویرانے میں دھوپ پر سارا دن پھرنے والا اور بکریوں کو چرانے والا یہ نوجوان روزے سے ہے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ اسے آزماتے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا کہ ایک بکری ہمارے ہاتھ پر بیچ دو، ہم تمہیں پیسے دے دیتے ہیں، اس کو ذبح کریں گے اور گوشت بھونیں گے، ہم بھی کھالیں گے اور تم بھی شام کو کھالینا۔ وہ کہنے لگا، جناب! یہ بکریاں میری نہیں ہیں، یہ تو میرے مالک کی ہیں۔ آپ نے فرمایا، تمہارا مالک یہاں تو نہیں ہے، کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا ہے۔ جیسے ہی آپ نے یہ کہا، وہ نوجوان فوراً آپ کو کہنے لگا کہ اگر میرا مالک اس وقت موجود نہیں تو فَأَيْنَ اللّٰهُ اللہ کہاں ہے۔ یعنی اگر میرا مالک موجود نہیں ہے تو اس مالک کا مالک تو موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دل میں خوف خدا والی یہ نعمت ایسی جاگزیں تھی، تنہائیوں میں بھی ان کے دلوں میں ہر وقت یہ استحضار رہتا تھا کہ اللہ رب العزت ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے وہ گناہوں سے بچتے تھے۔

ایک سبق آموز واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گلیوں کے اندر پہرہ دے رہے تھے۔ صبح صادق کا وقت قریب ہو گیا۔ ایک گھر سے عورتوں کے بولنے کی آواز آئی۔ آپ قریب ہو کر آواز سننے لگے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ایک بوڑھی عورت اپنی کم عمر لڑکی سے کہنے لگی کہ بیٹی! کیا بکری نے دودھ دے دیا ہے؟ اس نے کہا، جی دے دیا ہے۔ پوچھا، کتنا دیا ہے؟ جواب ملا، تھوڑا دیا ہے۔ اس بوڑھی عورت نے کہا، لینے والے آئیں گے تو وہ تو پورا مانگیں گے۔ لڑکی نے کہا کہ بکری نے تو تھوڑا دیا ہے۔ بوڑھی عورت کہنے لگی، اچھا، پھر اس میں پانی ملا دو تا کہ مقدار پوری ہو جائے۔ لڑکی نے کہا، میں کیوں پانی ملاؤں؟ بڑھیا نے کہا، کونسا عمر دیکھ رہا ہے۔ اس لڑکی نے جواب دیا کہ اماں! اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ نہیں دیکھ رہے تو عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور واپس آ گئے۔ صبح ہوتے ہی آپ نے ان دونوں کو بلایا تو پتہ چلا کہ وہ لڑکی جوان العمر تھی۔ آپ نے اپنے بیٹے کے لئے اس کو پسند کر لیا اور اسے اپنی بہو بنالیا۔ یہی لڑکی بڑی ہو کر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نانی بنی۔

خوف خدا کے درجات:

خوف خدا کے مختلف درجات ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بڑی تفصیل لکھی ہے۔

ا۔عوام الناس کا خوف:

آپ فرماتے ہیں کہ خوف خدا کی جو سب سے پہلی سطح ہوتی ہے اسے عوام الناس کا خوف کہتے ہیں۔ عوام الناس کا خوف یہ ہوتا ہے کہ میں فلاں کرتوت کرتا ہوں، گناہ کرتا ہوں جس کی وجہ سے مجھے مار پڑے گی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسے بچے کی مانند ہے جس نے کوئی نقصان کیا ہو یا امّی کی کوئی بات نہ مانی ہو، اور اس کو پتہ ہو کہ جب ابو آئیں گے تو مار پڑے گی۔

۲۔صالحین کا خوف:

ایک خوف اس سے ذرا اوپر کے درجے کا ہے جسے ''صالحین کا خوف'' کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی طرف سے تو نیکی کرتے ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ہم نے جتنی نیکی کرنی تھی اتنی کر نہیں سکے، پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ نمازیں قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ گویا نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں مثلاً کسی نے کہا کہ آپ حج کر کے آئے ہیں، آپ کو مبارک ہو۔ تو وہ کہتا ہے جی بس دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں۔ نیکی بھی کرتے ہیں اور دل میں ایک خوف بھی ہوتا ہے کہ جس کے لئے نیکی کی ہے پتہ نہیں اس کو قبول ہو کہ نہ ہو۔ جیسے ایک لڑکی کی شادی تھی تو اسے دوسری لڑکیاں دلہن کے طور پر سجا رہی تھیں۔ جب انہوں نے سجا

لیا تو ایک سہیلی نے کہا کہ تو بڑی خوبصورت لگ رہی ہے، تعریفیں شروع کر دیں تو اس دلہن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سب نے کہا کہ تو اتنی خوبصورت لگ رہی ہے پھر بھی رو رہی ہے، کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ تم سب سہیلیاں تو تعریفیں کر رہی ہو لیکن جس کے لئے تم مجھے سجا رہی ہو اگر میں اس کے پاس پہنچی اور اسے پسند نہ آئی تو میرا یہ حسن کس کام کا ہوگا۔ اصل تو یہ ہے کہ میں اسے پسند آ جاؤں۔ یہی صالحین کے خوف کی مثال ہے کہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، تلاوت بھی کرتے ہیں، مگر دل میں ڈر ہوتا ہے کہ اے اللہ! بس تو اسے قبول کر لے۔

۳۔ عارفین کا خوف:

ایک اس سے بھی اوپر کے درجے کا خوف ہوتا ہے۔ اسے ''عارفین کا خوف'' کہتے ہیں۔ انسان نیکی اور عبادت تو کرتا ہے مگر یہ سمجھتا ہے میری نیکی اللہ رب العزت کی عظمتوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور جب حرم شریف تشریف لے گئے تو وہاں مقام ابراہیم پر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگی مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (کہ اے اللہ! جیسے تیری عبادت کرنی چاہئے تھی ویسی کر نہیں سکے اور جیسے تیری معرفت حاصل کرنی چاہئے تھی وہ معرفت حاصل نہیں کر سکے)۔

۴۔ کاملین کا خوف:

ایک اس سے بھی بلند درجے کا خوف ہوتا ہے۔ اسے ''کاملین کا خوف'' کہتے ہیں۔ وہ کیا؟ کہ وہ حضرات سب اعمال کرتے ہیں مگر اس کے باوجود ڈر رہے ہوتے ہیں، گھبرا رہے ہوتے ہیں کہ کہیں اللہ رب العزت کی بے نیازی والی نظر ہماری طرف نہ اٹھ جائے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہماری عبادتیں اس کی

شان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جب اس کی بے نیازی والی نگاہ اٹھتی ہے تو بلعم باعور کی چار سو سال کی عبادتوں کو ٹھوکر لگا دیتے ہیں۔ ہمارے پلّے تو چالیس سال کی عبات بھی نہیں ہے۔ وہ اس بات سے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں اللہ رب العزت کی کوئی خفیہ تدبیر سامنے نہ آجائے اور موت کے وقت ایمان کا دامن کہیں ہمارے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت میں ایک ایسا وقت آئے گا جب تم دیکھو گے کہ ایک آدمی صبح اٹھے گا تو ایمان والا ہو گا اور شام کو سونے کے لئے بستر پر جائے گا تو وہ ایمان سے خالی ہو گا۔ آج ہم ایسے زمانے میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کا خوف:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے تھے۔ کسی نے پوچھا، جی آپ اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ بس اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا، کیا کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے؟ ان صحابی رضی اللہ عنہ نے گندم کا ایک دانہ جو سامنے پڑا ہوا تھا، وہ اٹھا کر دکھایا اور کہنے لگے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری زندگی کے گناہوں کا وزن گندم کے اس دانہ کے برابر بھی نہیں ہے میں تو اس لئے روتا ہوں کہ کہیں پروردگار آخری وقت میں توحید سے محروم نہ کر دے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خوف خدا:

یہی وجہ ہے کہ محبوبہ محبوب خدا، مخدومۃ المسلمین، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوری رات یہ آیت پڑھ کر گزار دی۔ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (الزمر: 47) کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان ہی نہیں ہو گا۔ اگرچہ یہ آیت کفار کے

بارے میں ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ اس کو پڑھ کر رو رہی تھیں کہ کہیں میرے ساتھ یہ معاملہ پیش نہ آ جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خوف خدا:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ان کو پانی کی بجائے شربت دے دیا گیا۔ آپ شربت پینے لگے تو آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ کسی نے کہا، اے امیر المومنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا، مجھے قرآن پاک کی ایک آیت رلا رہی ہے، ایسا نہ ہو کہ عمر ابن الخطاب کو کہہ دیا جائے اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (الاحقاف:20) کہ تم اپنی نعمتیں دنیا کے اندر لوٹ چکے ہو، تم نے خوب مزے اڑائے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے جو یہ نعمتیں مل رہی ہیں یہ میری نیکیوں کا اجر کہیں دنیا ہی میں نہ مل رہا ہو۔ آپ اتنا روتے تھے کہ آنسوؤں کے چلنے کی وجہ سے رخسار پر لکیریں پڑ گئی تھیں۔ حالانکہ آپ مراد مصطفٰی تھے، عشرہ مبشرہ میں سے تھے، مگر اس کے باوجود کثیر البکاء تھے۔

جب تک انسان اس دنیا سے چلا نہیں جاتا اس وقت تک شیطان کے ہتھکنڈوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا خوف خدا:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ کا آخری وقت تھا۔ شاگردوں نے کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت آگے سے پڑھتے ہیں ''لا'' مزید کچھ نہیں پڑھتے بار بار یہی معاملہ ہوتا رہا۔ شاگرد بڑے حیران ہوئے کہ پورا کلمہ زبان پر کیوں نہیں جاری ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی اور آپ کچھ سنبھل گئے۔ طلباء نے پوچھا، حضرت! جس وقت سب کلمہ پڑھ رہے تھے اس وقت آپ پورا کلمہ نہیں پڑھ رہے تھے۔ فرمانے لگے، اس وقت میرے سامنے شیطان آیا اور کہنے لگا، احمد بن حنبل! تو ایمان بچا کے دنیا سے چلا گیا اور میں اسے کہہ رہا تھا ''لا'' نہیں، اے مردود! جب تک میری روح نکل

نہیں جاتی اس وقت تک میں تجھ سے امن میں نہیں ہوں ۔ وہ حضرات جنہوں نے دین کی خاطر زندگیاں لگا دیں اور جن کو قرآن مجید کے مخلوق ہونے نہ ہونے پر اتنے کوڑے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو لگائے جاتے تو وہ بلبلا اٹھتا، ایسی عظیم قربانیاں دینے والے آخری وقت میں اتنا ڈر رہے ہیں کہ پتہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ بنے گا؟ پھر بھلا غور کیجئے کہ ہم کس کھیت کی گاجر مولی ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور خوف خدا:

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے تین ادوار ایسے ہیں کہ ان لوگوں میں خشوع زیادہ غالب ہوتا تھا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ چل کے آتے تو طبیعت پہ ایسا غم ہوتا تھا کہ جیسے وہ آدمی آرہا ہے جس نے ابھی ابھی اپنے باپ کو قبرستان میں دفن کیا ہو۔ جب بیٹھتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ وہ مجرم ہے جس کے لئے پھانسی کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ آپ اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں کا پانی زمین پر بہہ پڑتا تھا۔

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اور خوف خدا:

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے متعلّق کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ خوف خدا سے اتنا روتی تھیں کہ آنسوؤں کے قطرے زمین پر گرنے لگتے تو اتنے آنسو گرتے کہ بعض مرتبہ زمین پر گھاس اگ آتی تھی۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اور خوف خدا:

ہمارے اکابرین جب ذرا سی کیفیت بدلتی دیکھتے تو فوراً رو پڑتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور کہنے لگے نَافَقَ حَنْظَلَةُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی صحبت میں جو کیفیت ہوتی ہے وہ گھر میں نہیں ہوتی۔ پس حنظلہ تو منافق ہو گیا۔

منافقت کا ڈر:

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت حذیفہؓ کو بلایا اور کہا، بھائی حذیفہ! اللہ کے محبوب ﷺ نے آپ کو منافقین کے نام بھی بتا دیئے اور منع بھی فرما دیا کہ آپ وہ نام کسی اور کو نہ بتائیں، اب میں آپ سے وہ نام تو نہیں پوچھنا چاہتا، صرف اتنا بتا دو کہ کہیں عمر کا نام تو ان میں شامل نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

میرے دوستو! یہ واقعات معمولی نہیں ہیں کہ ہم پڑھ کر آگے گزر جائیں یا ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیں بلکہ یہ ہمیں کچھ سبق دے رہے ہیں کہ ہمارے دل بھی اللہ رب العزت کا خوف ہونا چاہیئے، اس کی جلالت شان ہمارے سامنے ہونی چاہیئے تا کہ ہم گناہوں سے بچ سکیں۔ آج کل تو گناہوں کا ارتکاب کرنا اتنا معمولی سا نظر آتا ہے جیسے کسی تنکے کو توڑ دینا۔ حیرت کی بات ہے کہ اگر دو چار سال کا بچہ بھی پاس ہو تو کوئی نوجوان فحش حرکات نہیں کرے گا لیکن جب محسوس کرے گا کہ تنہا ہوں تو معلوم نہیں کہ کیا کیا حرکات کرنے لگ جائے گا۔ اللہ رب العزت نے اپنے ایک پیارے بندے کی طرف الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! لوگوں سے کہہ دو کہ جب تم گناہ کرنے لگتے ہو تو تم ان تمام دروازوں کو تو بند کر لیتے ہو جن دروازوں سے مخلوق دیکھتی ہے اور اس دروازے کو بند نہیں کرتے جہاں سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے سب سے کم درجے کا تم مجھے سمجھتے ہو۔

ایک الہامی بات:

ہم کھاتے بھی اللہ تعالیٰ کا ہیں اور شکوے بھی اسی کے کرتے ہیں اور اس کی عبادت بندگی اور شکر ادا کرنے

میں سستی کر جاتے ہیں۔ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک مرتبہ الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! جب تجھے کوئی ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو تم فوراً لوگوں میں بیٹھ کر میرے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہو، جب کہ تمہارا نامہء اعمال گناہوں سے بھرا ہوا میرے پاس آتا ہے مگر میں فرشتوں میں بیٹھ کر تمہارے شکوے تو نہیں کرتا۔

۵۔ سب سے اونچے درجے کا خوف:۔

سب سے اونچے درجے کا خوف یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے کوئی بھی گناہ نہ کرے، اس کے باوجود ڈرے کہ معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آ جائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے ایک دودھ پیتے بچے کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ ﷺ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس کو قبر اور جہنّم کے عذاب سے محفوظ فرما دینا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ یہ سن کر بڑے حیران ہوئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ تو چھوٹا سا بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا ہے ناں لَاَ مۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ (السجدہ:13) میں جہنّم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ جیسے آگ جلانے کے لئے لکڑی ڈالی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ بچوں کو اسی طرح پیدا کر کے جہنّم کو بھر دے تو یہ بھی اس کا عین انصاف ہے، اس کو اختیار ہے، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ پروردگار عالم نے یہ کیوں کیا۔ وہ خالق ہے اور خالق کو اس کا اختیار رہوتا ہے۔ ایک آدمی لکڑیاں خرید کر لائے اور اگلے دن ان کو آگ میں ڈال دے تو اس کو کون پوچھنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے، خالق ہے، وہ اتنے بچے کو بھی جہنّم میں ڈال دے تو اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ کسی معصوم بچی کا جنازہ پڑھنے کے لئے نبی اکرم ﷺ تشریف

لے گئے۔ واپسی پر گھر میں سے کسی عورت نے کہا کہ یہ عصافیر جنت میں سے ایک عصفورہ تھی۔ یعنی جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ قیامت کے دن اس کا انجام کیا ہوگا؟

آخر خوف کب تک......؟

جب تک مومن پلصراط سے پار نہیں ہو جاتا تب تک وہ خوف سے امن میں نہیں ہے۔ یہ مسئلہ باقاعدہ طور پر علما نے لکھا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (طٰهٰ:71) جو کوئی بھی تم میں سے ہے اس کو جہنّم کے اوپر سے گزرنا ہے كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (طٰهٰ:71) یہ تیرے رب کے نزدیک حتمی اور فیصلہ شدہ بات ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (طٰهٰ:72) پھر ہم متقی لوگوں کو نجات دے دیں گے۔ وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (طٰهٰ:72) اور جو ظالم گنہگار ہوں گے ان کو اوندھے منہ جہنّم میں گرا دیں گے۔ ثابت یہ ہوا کہ جب تک انسان پلصراط سے نہیں گزرے گا وہ خوف سے امن میں نہیں ہوگا۔ البتہ جس لمحے پلصراط سے گزر جائے گا پھر خوف ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اور ہمیشہ کے لئے خوشی کا دور شروع ہو جائے گا۔

خوف خدا مانگنے کا طریقہ:

ہم اللہ سے جہاں دنیا کی اور بہت ساری نعمتیں مانگتے ہیں ہم اس سے خوف والی نعمت بھی مانگیں کیونکہ یہ وہ نعمت ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کی گناہوں سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ اس لئے دعا مانگتے ہوئے کہے کہ اے اللہ! میں آپ سے ایسا خوف مانگتا ہوں جس کی وجہ سے میرے اندر سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔

مقام خوف:

انسانوں اور جنوں کے علاوہ ساری مخلوق کو مقام خوف حاصل ہے۔اے انسان! تو اشرف المخلوقات ہے مگر تیرے دل میں خوف خدا نہیں۔بہتر تو یہ تھا کہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجے کا خوف خدا تیرے دل میں ہوتا۔

ملائکہ پر خوف خدا کا اثر:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ ﷺ نے ایسے فرشتوں کو دیکھا جو سجدے میں پڑے ہوئے تھے اور ان کے قد اتنے تھے کہ ان کے کندھوں کے درمیان کئی میل کا فاصلہ تھا۔ان کے کئی کئی پر تھے،مگر وہ سجدے میں پڑے ہوئے کانپ رہے تھے اور کانپنے کی وجہ سے ان کے جسموں سے ایک آواز نکل رہی تھی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے جبرئیل امین علیہ السّلام سے پوچھا،اے جبرئیل! یہ کیا معاملہ ہے کہ یہ فرشتے سجدے کی حالت میں بھی ہیں اور ان کے جسموں سے آوازیں بھی آرہی ہیں؟ کہنے لگے،اے اللہ کے محبوب ﷺ! یہ جب سے پیدا ہوئے اسی وقت سے سجدے کی حالت میں ہیں اور قیامت کے دن تک سجدے ہی میں رہیں گے مگر ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کے خوف کا ایسا اثر ہے کہ اس کی عظمت کی وجہ سے یہ تھرارہے ہیں جس کی وجہ سے ان کے جسموں سے آواز نکل رہی ہے۔

جبرئیل امین اور خوف خدا:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السّلام سے پوچھا،اے جبرئیل! کیا تجھے بھی میری رحمۃ اللعالمینی سے حصہ ملا ہے؟ عرض کیا ،اے اللہ کے نبی ﷺ! جی ہاں ، مجھے بھی آپ کی رحمۃ اللعالمینی سے حصہ ملا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا ، وہ کیسے؟ عرض کیا ،اے اللہ کے محبوب ﷺ! جب

آپ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے اس وقت میں اپنے انجام کے بارے میں ڈرا کرتا تھا۔ میرے سامنے کئی نیک لوگوں کے انجام برے ہوئے۔ میں نے شیطان کا انجام بھی دیکھا تھا جس کی وجہ سے میں بھی ڈرتا تھا کہ پتہ نہیں میرا انجام کیا ہوگا۔ لیکن جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک آیت اتاردی اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ (التکویر: 21-19) یہ آیت چونکہ میرے بارے میں ہے اور اس سے مجھے اپنے اچھے انجام کا پتہ چل گیا اس لئے میرے دل پر جو غم سوار رہتا تھا آپ کی رحمۃ اللعالمینی کے صدقے مجھے اب اس غم سے نجات نصیب ہوگئی ہے۔ سبحان اللہ

عرش پر اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کا اثر:

معراج والی حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ عرش سے اوپر جانے لگے تو آپ ﷺ نے عرش کے اندر سے ایک آواز سنی۔ جیسے کسی چیز پر بہت زیادہ وزن ہو تو اس میں سے آواز آتی ہے۔ مثلاً کوئی بھاری آدمی کرسی پر بیٹھے تو اس میں سے آواز نکلتی ہے اسی طرح عرش میں سے آواز نکل رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا، جبرئیل! یہ آواز کیسی ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! اس عرش پر اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کا ایسا اثر ہے کہ اللہ کا عرش بھی اس کی ہیبت سے سہا جا رہا ہے۔

مخلوقات عالم کی تسبیح:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے سوا اللہ کی جتنی مخلوق ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنیۤ اسرآئیل: 44) جو کوئی بھی چیز ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتی ہے

وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنیٓ اسرآئیل:44) لیکن تم اس کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

مخلوقات عالم میں ارکان نماز کی تقسیم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ (النور:41) (ہر چیز کو اپنی نماز اور تسبیح کا پتہ ہے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو قیام کی حالت میں پیدا کیا، وہ ساری زندگی قیام کی حالت میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کو رکوع کی حالت میں پیدا فرمایا، وہ ساری زندگی رکوع کی حالت میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیڑوں کو سجدے کی حالت میں پیدا کیا، وہ ساری زندگی سجدے میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو التحیات کی شکل میں پیدا کیا، وہ ساری زندگی التحیات کی شکل میں رہتے ہیں۔

اے انسان! مخلوق کو فقط ایک ایک عمل ملا اور وہ ساری زندگی اسی عمل پر زندگی گزار رہی ہے، تجھے اللہ تعالیٰ نے تمام اعمال کا مجموعہ عطا فرما دیا، تو قیام کرتا ہے تو تجھے درختوں کی عبادت کے ساتھ ایک مناسبت مل جاتی ہے، رکوع کرتا ہے تو چوپایوں کی عبادت کا اجر بھی تجھے مل جاتا ہے، سجدہ کرتا ہے تو تجھے کیڑوں کی عبادت کا بھی اجر عطا کر دیا جاتا ہے اور قعدہ میں بیٹھ کر عبادت کرتا ہے تو تجھے پہاڑوں کی عبادت کا بھی اجر مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتنا بڑا اکرم کر دیا کہ اس نے تجھے ایک کامل عبادت عطا کر دی۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ جب تو نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو نماز کی حالت میں بھی تو دنیا کے خیالات میں گم ہوتا ہے۔

درخت کا رکوع اور سجدہ:

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی بھی کسی سایہ دار اور پھل دار درخت کے نیچے

پیشاب پاخانہ نہ کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس میں کیا حکمت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، درخت کا سایہ جب گھٹتا اور بڑھتا ہے تو یہ درخت اللہ تعالیٰ کے سامنے رکوع اور سجدہ کر رہا ہوتا ہے۔

اونٹ کے دل میں خوف خدا:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا، کیا بات ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا ایک اونٹ ہے، میں سارا دن محنت مزدوری کرتا ہوں، اس اونٹ پر سامان لادتا ہوں اور میں اس کے دانے پانی کا پورا پورا خیال رکھتا ہوں لیکن جب میں رات کو آکر سوتا ہوں تو کبھی کبھی وہ ایسی دردناک آوازیں نکالتا ہے کہ میری آنکھ نہیں لگتی۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ دعا فرما دیجئے کہ اونٹ مجھے رات کو سونے دیا کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے جب یہ بات سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے مدعی کی بات سن لی ہے، اب ہم مدعا علیہ کو بھی بلائیں گے۔ چنانچہ اس اونٹ کو بلانے کا حکم دیا گیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اونٹ کو پیغام دیا گیا تو اونٹ بڑے ادب و احترام کے ساتھ چلتا ہوا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے آکر التحیات کی شکل میں بیٹھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اونٹ سے ارشاد فرمایا کہ تیرا مالک تیری شکایت بیان کر رہا ہے کہ وہ تیرے دانے پانی کا خیال رکھتا ہے لیکن تو اس کا خیال نہیں رکھتا اور رات کو ایسی آوازیں نکالتا ہے کہ جس سے تیرے مالک کی نیند خراب ہوتی ہے، یہ کیا معاملہ ہے؟

یہ سن کر اونٹ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! معاملہ یہ ہے کہ ہم دونوں سارا دن محنت مزدوری کرتے ہیں، یہ میرا خیال رکھتے ہیں اور میں ان کا خیال رکھتا ہوں، یہ بوجھ لادتے

ہیں اور میں لے کے پہنچاتا ہوں، یہ مجھے دانہ پانی بھی دیتے ہیں، ہم دونوں ایک دوسرے کے اچھے ساتھی ہیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اچھے ساتھی ہو تو پھر اس کو سونے کیوں نہیں دیتے؟ وہ کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! معاملہ یہ ہے کہ کئی مرتبہ یہ تھکے ہوئے گھر آتے ہیں، مغرب کے بعد کھانا کھاتے ہیں، اس وقت کبھی کبھی ان پر نیند غالب آ جاتی ہے تو دل میں سوچتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر کے لئے کمر سیدھی کرلوں، پھر میں اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھ لوں گا۔ لیکن جب کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹتے ہیں تو نیند گہری ہو جاتی ہے، انہوں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی ہوتی، رات کو کافی دیر ہو جاتی ہے، چونکہ میں قریب ہوتا ہوں اس لئے مجھے نیند نہیں آتی کہ اگر ان کی نماز قضا ہوگئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں کہ تو نے اپنے ساتھی کو کیوں نہیں جگایا تھا تاکہ وہ میرے حکم کی پابندی کر لیتا۔ اے محبوب ﷺ! میرے اوپر بھی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہوتا ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کی وجہ سے ڈرتا ہوں اور دردناک آوازیں نکالتا ہوں کہ میرے مالک! اٹھ جا اور اپنے مالک کی بندگی کر لے۔

اے انسان! ایک جانور کے دل میں تو خوف خدا کا یہ حال ہے کہ اللہ کا حکم ٹوٹ رہا ہے اور اس کو نیند نہیں آ رہی اور تو اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کو توڑتا پھرتا ہے۔ تیرے گھر میں نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی سنتوں کو ذبح کیا جاتا ہے مگر تجھے احساس نہیں ہوتا، تیری اولاد تیری آنکھوں کے سامنے اللہ کے حکم کو توڑتی ہے لیکن تو اپنے سینے میں مغموم نہیں ہوتا۔ آخر کوئی تو وقت آئے گا جب ہمیں اپنے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔

عبداللہ بن مبارک اور خوف خدا:

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی حدیث پڑھائی۔ یہاں تک کہ ایک وقت میں چالیس

چالیس ہزار شاگردان سے حدیث پڑھا کرتے تھے۔ جب وہ فوت ہونے لگے تو اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی سے اٹھا کر زمین پر لٹا دو۔ نیچے نہ کوئی قالین تھا، نہ کوئی فرش تھا اور نہ ہی کوئی سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔ تاہم شاگردوں نے تعمیل حکم میں ان کو زمین پر لٹا دیا۔ یہ دیکھ کر طلبا کی چیخیں نکل گئیں کہ اتنے بڑے محدث اپنی داڑھی کو پکڑ کر اپنے رخسار کو زمین پر رگڑنے لگ گئے اور روتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرمانا......اللہ اکبر......جس نے ساری زندگی حدیث پڑھائی اس نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! میں نے حدیث کے درس دیئے، میں نے لوگوں کو دین کی طرف بلایا، میں نے لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کیا، کوئی عمل اس قابل نہیں سمجھا جو اللہ کے حضور پیش کر سکیں، بالآخر عاجزی کر رہے ہیں کہ اے اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔ وہ اپنے سفید بالوں کو پیش کرتے تھے کہ اے اللہ! کوئی عمل ایسا نہیں جو آپ کے سامنے پیش کر سکیں، آپ ہی مجھ پر رحم فرمائیے۔ ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہئے کہ ہم بھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے نادم ہوں اور اس کا خوف طلب کریں تاکہ گناہوں سے بچ سکیں۔ اس طرح مانگیں کہ جیسے ہمیں جو کچھ بھی ملنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے در سے ہی ملنا ہے، اس در سے ہٹ کر ہم جائیں گے تو ہمیں کچھ بھی نہیں مل سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کا طریقہ:

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس طرح ایک بچے کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ اپنی ماں سے مانگتا ہے، ماں جھڑک دیتی ہے تو بچہ پھر مانگتا ہے، ماں پھر جھڑک دیتی ہے حتیٰ کہ تھپڑ بھی لگا دیتی ہے مگر بچہ روتے ہوئے پھر اپنی امی سے لپٹ جاتا ہے اور اسی کا دامن پکڑ کر کہہ رہا ہوتا ہے کہ امی! اب تو دے دے۔ بچے کو یقین ہوتا ہے کہ امی کو ہی منانا ہے اور اسی سے ہی میری ضرورت پوری ہونی ہے۔ ہم سے تو وہ چھوٹا بچہ اچھا ہے جو اس معرفت کو سمجھ لیتا ہے اور رو رو کر اپنی ماں کو منا لیتا ہے، مگر افسوس کہ ہم رو کر

پروردگار کو نہیں منا سکتے ۔ہم معافی تو مانگتے ہیں مگر معافی ایسی ہوتی ہے کہ اس وقت دل میں ندامت بھی پوری طرح نہیں ہوتی ۔ہمیں چاہئے کہ ہم سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں بلکہ اصرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، عاجزی اور انکساری کے ساتھ معافی مانگیں کہ اے پروردگار! آپ کے میرے جیسے اربوں کھربوں بندے ہیں مگر میرا تو تیرے جیسا کوئی معبود نہیں ۔رب کریم! تو مہربانی فرما کر میرے گناہوں کو معاف فرما دے۔

ایک عجیب واقعہ:

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک گلی میں جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا۔ایک ماں اپنے بچے کو مار رہی تھی ۔اس بچے کی عمر سات آٹھ سال تھی ۔جب دروازہ کھلا تو ماں نے بچے کو دھکا دے کر باہر پھینکا اور کہا کہ تو نافرمان بن گیا ہے، تو میری کوئی بات بھی نہیں مانتا، میں تجھے اس گھر میں نہیں دیکھنا چاہتی ۔یہ کہہ کر ماں نے دروازہ بند کر دیا

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ بچہ کچھ دیر تک تو روتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا۔ چلتے چلتے وہ گلی کے موڑ تک پہنچا تو وہاں تھوڑی دیر کھڑا سوچتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ قدموں سے واپس آنے لگا اور اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ کر بیٹھ گیا۔ وہ تھکا ہوا تھا۔نیند غالب آئی ۔اس نے دروازے کی دہلیز پر سر رکھا اور سو گیا۔

کافی دیر کے بعد کسی کام کے لئے اس کی والدہ نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا دروازے کی دہلیز پر سر رکھے ہوئے سو رہا ہے۔ ماں کا غصہ ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ماں نے اسے بالوں سے پکڑ کر پھر غصہ سے اٹھایا اور کہا کہ تو دفع کیوں نہیں ہو جاتا، یہاں کیوں پڑا ہوا ہے۔ بچے کی آنکھوں سے

پھر آنسو آ گئے۔ وہ کہنے لگا امی! جب آپ نے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا تھا تو میرے دل میں خیال آیا تھا کہ میں کہیں چلا جاتا ہوں، میں بازار میں کھڑا ہو کر بھیک مانگ لوں گا یا پھر کسی کے جوتے صاف کر لوں گا۔ یہ سوچ کر میں گلی کے موڑ تک تو چلا گیا لیکن امی! وہاں جا کر میرے دل میں خیال آیا کہ اے بندے! تجھے دنیا میں کھانا پینا تو مل جائے گا مگر تجھے ماں کی محبّت تو کہیں سے نہیں مل سکے گی، ماں کی محبت اگر تجھے ملے گی تو وہ صرف اسی گھر سے ملے گی۔ امی! یہ سوچ کر میں واپس آ گیا، اب میں اسی در پہ پڑا ہوں، امی! اب اگر تو دھکے بھی دے تو میں کہیں نہیں جا سکتا کیونکہ امی! تیرے جیسی محبّت مجھے کوئی نہیں دے سکتا۔ جب ماں نے یہ بات سنی تو اس کا دل موم ہو گیا، اس نے کہا، بیٹے! جب تیرے دل میں یہ احساس ہے کہ تجھے مجھ جیسی محبّت کوئی نہیں دے سکتا تو اب تمہارے لئے اس گھر کے دروازے کھلے ہیں، آ اور اس گھر میں اپنی زندگی گزار لے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندے کو بھی چاہئے کہ اسی طرح اللہ رب العزت سے معافی مانگے اور کہے کہ پروردگار! یہی تو در ہے جہاں سے معافی ملنی ہے، اے اللہ! دوسرا کوئی در ایسا نہیں ہے، میں تیرے در کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ جب انسان اس طرح معافی مانگے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی معافی کو قبول فرما کر اس کے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

ایک دردبھری دعا:

کسی نے کیا ہی پیاری بات کہی کہ

اِلٰهِی عَبْدُكَ الْعَاصِی اَتَاكَ مُقِرٌّ بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَ
فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاكَ اَهْلٌ وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَّرْحَمْ سِوَاكَ

اے اللہ! آپ کا گنہگار بندہ آپ کے در پر حاضر ہے، اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے اور آپ سے

دعائیں مانگتا ہے، اگر تو مغفرت کر دے تو تجھے یہ بات بڑی سجتی ہے، اگر تو ہی دھکے دے دے تو پھر کون ہے کوئی دوسرے در والا کہ میں وہاں چلا جاؤں۔

میرے دوستو! آج کی اس محفل میں ہم اپنی زندگی کے پچھلے تمام گناہوں سے معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس کا ایسا خوف مانگیں جو ہمیں گناہوں سے بچالے تاکہ ہم بھی اپنی زندگی کے کچھ دن گناہوں سے پاکیزہ گزار کر اپنے پروردگار کے حضور پہنچ جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ